یار نامہ
صوفی یار محمد صاحب کی صحبت میں
جمع و ترتیب:
محمد منشا خان

یار نامہ

(صوفی یار محمد صاحب کی صحبت میں)

جمع و ترتیب

محمد منشا خان

شاہِ بسطام تحقیقاتی ادارہ برائے تصوف، میانوالی

سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ) سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سفر میں جاتا ہے اللہ اس کے ساتھ ہوتا ہے، یہ کس طرح ہے، حالا ں کہ مقصود تو بغیر سفر کے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا "کائنات ارضی کے خطے اللہ کے سامنے دعا کرتے ہیں، اے اللہ ہمارے سینوں پر کسی مردِ مومن کے قدم لا، ہماری آنکھیں اپنے کسی بندے کی آمد سے منور فرما۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کو سفر پر آمادہ فرماتا ہے تاکہ ایسی زمینوں کی دیدار کی پیاس بجھ جائے اور ان کی خواہش پوری ہو جائے"۔ *

*(اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابی سعید، صفحہ ۲۷۹، ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی و پروفیسر سید اسرار بخاری، اشاعت ۲۰۱۰ء، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

انتساب

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبندبخاریؒ
(متوفی ۷۹۱ھ، بخارا، ازبکستان)

بہ یاد

سلطان العارفین حضرت طیفور بن عیسیٰ
شیخ بایزید بسطامیؒ (متوفی ۲۶۱ھ، بسطام، ایران)

ابتدایہ

صوفی یار محمد صاحب کا تعلق ضلع لیہ، پنجاب سے تھا۔ آپ عمر رسیدہ اور صوفی طبع بزرگ تھے۔ نہایت سادہ اور درویش مزاج شخصیت تھے۔ بہت خوب صورت قد و قامت اور جگمگاتا چہرہ تھا، آپ پیدائشی نابینا تھے۔ جس وجہ سے آپ کو چلنے پھرنے میں مشکل رہتی، مگر آپ کی زبان پر کبھی شکوہ نہ آیا، آپ کے ایک ہاتھ میں کپڑے کا تھیلا ہوتا (جس میں ضرورت کا تھوڑا بہت سامان ہوتا) اور دوسرے ہاتھ میں ایک لکڑی کا عصا ہوتا، جس کو تھامے ہوئے کئی کلومیٹر پیدل سفر کیا کرتے۔ آپ فرماتے تھے کہ بچہ ہم ایک جگہ نہیں رُک سکتے ہم نے چلتے رہنا ہے۔ آپ درویش صفت انسان تھے، ایک جگہ ٹھہرنا پسند نہ فرماتے، بس سفر ہی سفر۔۔۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں پیدائشی نابینا ہوں اور مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا لیکن مجھے کبھی ٹھوکر نہیں لگی، یہ خاص میرے رب کا کرم ہے کہ اس نے مجھے اپنے کرم کے سائے میں بڑا کیا۔

مجھے آپ کی صحبت سے بھرپور استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ اکثر و بیشتر میری ان سے ملاقات ریلوے اسٹیشن میانوالی پر ہوتی تھی۔ اب کافی عرصہ ہوا میری ان سے ملاقات تو نہ ہو سکی واللہ اعلم وہ اس وقت حیات ہیں یا نہیں، میرے پاس کوئی رابطہ نمبر نہیں ہے اور نہ ہی صوفی صاحب کے پاس کوئی موبائل تھا۔ میں وقتاً فوقتاً ریلوے اسٹیشن میانوالی کا چکر لگاتا رہتا ہوں مگر ابھی تک وہ لوٹ کر نہ آئے اور اگر وہ لوٹ کر آئے بھی ہیں تو میں اُنھیں دیکھنے سے قاصر رہا۔

مجھے کبھی خیال بھی نہ آیا کہ میں آپ کے گھر کا پتہ معلوم کروں ایک مرتبہ پوچھا تھا تو فرمایا 'لیہ' سے تعلق ہے۔ مجھے زیادہ موقع نہ ملا کہ اضافی معلومات حاصل کروں حالاں کہ اُن کی صحبت میں تنہا فرد میں ہی تھا، بس میں جب بھی جاتا تھا سلام کر کے بیٹھ جاتا اور یہی کچھ کہتا تھا باباجی میں آگیا ہوں۔ پھر آپ کچھ نہ کچھ بات شروع فرماتے۔

ہماری کوشش بھی یہی ہونی چاہیے کہ صوفی کی مجلس میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے، اگر ضرورت پیش آئے تو متعلقہ موضوع پر بات کی جائے، یہی مجلسِ صوفیہ کے آداب ہیں۔ چاہے آپ اپنے مرشد کی بارگاہ میں ہیں یا کسی دوسرے سلسلہء طریقت کی مجلس میں بیٹھے ہیں یا کسی بھی صوفی طبع شخص کی صحبت میں بیٹھے ہیں، اُن کے مزاج کو دیکھ کر بات کریں۔ شیخ جلال الدین محمد رومی بلخی (م ۶۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ

بندگان خاص علام الغیوب

درجہان جاں جواسیس القلوب

یعنی صوفیہ تو دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ صالحین کی صحبت میں ادب کے ساتھ بیٹھیں تاکہ ہمارے قریب ماحول پاکیزہ ہو جائے جو ہمیں راہِ راست کی طرف مائل کرے۔ نیک لوگوں کی صحبت ہر انسان کے لیے بہترین درسگاہ ہے جہاں نہ صرف علم حاصل کیا جاتا ہے بلکہ کردار سازی بھی ہوتی ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم صالحین کی صحبت میں رہے ہیں تاکہ ان کا رنگ ہم پر غالب آجائے اور ہمارا بھی شمار صالحین میں ہو۔ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اچھی صحبت انسان کو اچھا بناتی ہے اور بری صحبت انسان کو برا بناتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ

حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ ، حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ، وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ، وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ، إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً. (صحيح بخاری ، حديث: ٢١٠١)

ترجمہ:

ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدالواحد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو بردہ بن عبداللہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو بردہ بن ابی موسیٰ سے سنا اور ان سے ان کے والد موسیٰ (رض) نے بیان کیا کہ رسول اللہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے عطار اور لوہار کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور پالوگے۔ یا تو مشک ہی خرید لوگے ورنہ کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور ہی پاؤ گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی یا تمہارے بدن اور کپڑے کو جھلسادے گی ورنہ بدبو تو اس سے تم ضرور پالوگے"۔

رسول اللہ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سمجھانے کے لیے کیا ہی خوبصورت مثال بیان فرمائی ہے۔

مجھے آج بھی اچھے طریقے سے یاد ہے کہ آپ (صوفی یار محمد) فرماتے تھے کہ

"چنگاں نال راسای تے چنگا بنڑسی"

پھر فرمایا کہ

"کوشش کر صوفی کی محجلس ملے، وہ نہ ملے تو عالم کی محجلس میں جا، وہ بھی نہ ملے تو اچھے دوست بنا، خدانخواستہ وہ بھی نہ ملے تو تنہائی اختیار کر"۔

آپ بظاہر نابینا ضرور تھے لیکن آپ کے دل کی آنکھ بیدار تھی کیوں کہ آپ کبھی کبھار ایسے معارف بیان فرماتے تھے کہ بندہ سوچ میں پڑ جاتا تھا کہ آپ مدرسہ گئے نہ آپ اسکول گئے پھر یہ علم کہاں سے آیا؟ یقینا یہ رب تعالی کا خاص کرم ہے۔آپ نے بتایا کہ ہم پڑھنا نہیں جانتے بلکہ سُننا جانتے ہیں یعنی ہم صوفیہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور قرآن حکیم کا کچھ حصہ ایک عالم کے پاس یاد کیا تھا کیوں کہ ہم دیکھ نہیں سکتے ہم پڑھ نہیں سکتے۔

میں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ باباجی آپ تو کافی دشوار راستوں سے گزرتے ہوئے سفر کرتے ہیں آپ کو تو کافی مشکل پیش آتی ہو گی ؟

آپ نے فرمایا بیٹا دل کی آنکھ کھل جائے تو سر کی آنکھ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ سر کی آنکھ تو صرف وصرف دنیاد کھاتی ہے مگر دل کی آنکھ یار کو دیکھتی ہے حقیقت کو دیکھتی ہے۔

ایک بار فرمایا تھا کہ

"اگر ہماری آنکھیں ہوتیں تو ہم کیسے کیسے کام کرتے جو اُس (رب) کی رضا کے خلاف تھے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا رکھا یہ اُس کی مرضی ہے، میں اُس پر راضی ہوں اور اُس کا شکر کرتا ہوں"۔

یقین کریں میں نے اپنی زندگی میں شاید یہ پہلا شخص دیکھا تھا جو نابینا ہونے کے باوجود مقامِ مطمئن پر فائز تھا، جسے کسی بات و حادثے کی فکر نہ تھی، جیسے اُس نے اپنا ہی کوئی جہاں آباد کر رکھا ہو جس میں وہ بندہ اپنے رب کی تسبیح بیان کر رہا ہے اور ہر قسم کی پریشانی و بلا کو طلاق دے رکھی ہو ۔ہر بات پر شکر کرتے ہر دکھ میں صبر کرتے۔آپ فرماتے ہیں کہ

بچہ "صبر آلاں دے نال رب ہونداا ے"

مجھے ہمیشہ تجسس رہا کہ آپ کا سلسلہ ءطریقت معلوم کروں،ایک مرتبہ جسارت کر کے عرض کیا کہ بابا جی آپ کس سلسلہ میں بیعت ہیں؟

فرمایا: کیا یہ بتانا ضروری ہے؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں بابا،بس ویسے ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں

فرمایا: ابھی چھوڑو پھر بتائیں گے۔

پھر میں نے کبھی پوچھا اور نہ بابا جی نے کبھی بتایا کہ کون سا سلسلہ ہے۔۔۔ خیر۔۔۔!

میں نے اس مختصر کتابچے میں حرف بہ حرف ان تمام فرمودات اور ملفوظات کو اکٹھا کر دیا ہے جو میں نے خود اُن کی صحبت میں بیٹھ کر سُنے اور جمع کیے۔ میں ان کے اقوال کو کبھی موبائل میں لکھ لیتا تھا اور کبھی کبھار موبائل میں ریکارڈ کر لیتا۔ ایک آڈیو ریکاڈنگ ضائع ہونے کی وجہ سے بہت ساری قیمتی باتیں جمع ہونے سے رہ گئیں۔ جب مجھ سے ایک آڈیو ضائع ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اِن قیمتی باتوں کو کتابی صورت میں محفوظ کر لیا جائے۔

آپ کا اندازِ وعظ منفرد اور لہجہ بہت ہی میٹھا تھا۔ آپ کبھی اردو بولتے تو کبھی سرائیکی اور پنجابی میں بات کرتے، میں نے بھی اسی ترتیب سے آپ کے ملفوظات کو مرتب کیا ہے۔ جہاں آپ نے اردو میں بات کی وہاں اسی طرح اردو میں لکھا جہاں آپ نے سرائیکی یا پنجابی کے جملے یا الفاظ استعمال کیے تو میں نے وہ بات ویسی ہی لکھ دی جیسے آپ نے بیان فرمائی۔ آپ نے اکثر مقامات پر قرآن حکیم کی آیات کا ترجمہ سرائیکی زبان میں بیان فرمایا تھا مگر میں نے ادب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اُن آیات کا ترجمہ اردو زبان میں لکھ دیا تاکہ بآسانی سمجھ آسکے۔

اس مختصر کتابچے میں مختلف سوالات ہیں جو میں نے وقتاً فوقتاً بابا یار محمد صاحب سے پوچھے تھے۔ اس کتاب کو میں نے دو حصوں (دو مجلسوں) میں تقسیم کر دیا، حالاں کہ اس کی مجالس زیادہ بنتی تھیں لیکن مختصر ہونے کی وجہ سے طول دینا مناسب نہ سمجھا۔ دوسری مجلس کے بعد آخر میں حضرت کے چند اقوال بھی لکھ دیئے جو مجالس میں نہیں ہیں۔

دیگر تصانیف اور کاروباری سرگرمیوں کی وجہ سے یہ کتاب تاخیر کا شکار رہی وگرنہ یہ پہلے ہی شایع ہو جاتی۔ مجھے جب بھی فرصت ملتی تو کتاب کا کچھ حصہ ٹائپ کر لیتا، بالآخر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کتاب مکمل ہوئی۔ الحمدللہ

محمد منشا خان
شاہِ بسطام تحقیقاتی ادارہ برائے تصوف
میانوالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(مجلس اول)

ایک روز باباجی سے پوچھا کہ رب کیسے ملتا ہے؟

باباکہنے لگے پُتر ! کدی کدی رُکھی سُکھی روٹی کھالیا کرتے ڈھیر شکرانے کیتے کر۔ جب تجھے نفس گوشت اور لذیذ پکوان کھانے کے لیے ضد کرے تو تُو اس وقت پرہیز کر، اسی سے نفس کی مخالفت شروع ہو گی۔ اس نفس نوں تے نال جیڑی "میں" کھڑی اے اُس نوں ختم کر، پھر اللہ ملے گا۔ بغیر نفس کو مارے میڈا پُتر کسے دا کجھ نئیں بنڑیا۔

ہر لمحہ رب کو یاد رکھ چاہے تُو خوش ہے یا نہیں، اُسے یاد رکھ اور اُسی کا نام "اللہ" پکاؤ کہ ہر وقت دل کرے اللہ اللہ اللہ۔ اُٹھتے بیٹھتے اُسی کا نام یاد آئے۔ سوتے وقت بھی اللہ نہ بھُولے، میڈا پُتر تُو سَم جاندا اے پر تیرا رب جاگدا اے او تیڈے اُٹھن دے انتظار وچ ہوندا اے۔ یاد رکھیں جس رنگ وچ تُو رہ (رہتا ہے)! پھر بھی یاد کر اور اُسی کا ذکر و شُکر کر۔ پھر آپ نے قرآن حکیم کی آیت پڑھی:

"فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ" (سوره البقره 152)

ترجمہ:

"لہذا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔"

میں نے عرض کیا بابا نفس کیسے مرے گا؟
فرمایا: نفس ایسے ہی مرے گا، اے جیڑی عیاشی اے اسے ختم کرو، پھر فرمایا عیاشی کو ختم کرو۔۔۔ بس۔۔۔ پھر نفس مرے گا۔(ورنہ) ایسے نفس نہیں مرے گا۔ یہ عیاشی کرتے ہیں نا، حرام کو حرام سمجھو حلال کو حلال سمجھو جو حرام اور حلال میں فرق نہیں کر سکتا وہ عیاشی کیسے ختم کر سکتا ہے! منزل کے اشارے تو نفسِ امارہ اور لوامہ کے بعد نظر آنے شروع ہوتے ہیں۔ انہیں مار کر آگے نکل جا، ورنہ منزل شنزل کجھ نئیں لبھنی۔

کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا
نماز کو اچھے طریقے سے ادا کیا کرو، یوں سمجھو نماز ہم پر قرضہ ہے اُسے ہم نے ادا کرنا ہے۔ یہ کہہ کر کافی دیر خاموش ہو گئے۔

پھر فرمایا
کسے دے حقوق نہ مارنا، بس! جن کے ساتھ وابستہ ہے سب کے حق ادا کرو۔ اور اگر تُو حقوق ادا کرنے سے بچنا چاہتا ہے تو پھر میل جول کم کر دے، وابستگی کم رکھو اللہ یوں بھی ملے گا۔

آپ کی عاجزی وانکساری اور خدا تعالیٰ سے توکل و محبت کا عالم یہ تھا کہ اکثر فرماتے تھے کہ ہم تو گنہگار و خطاکار سے عام بندے ہیں، دنیا میں سب سے گندہ بندہ میں ہوں، سارے زمانے سے ناکارہ اور بے کار بندہ ہوں۔ ہم نے کبھی کچھ کیا ہی نہیں، بس اُسی کے فضل و کرم کا آسرا ہے۔ وہ جس حال میں راضی ہم اُسی حال میں راضی، وہ خوش رہے ہم خوش ہیں۔ پُتر سمجھے گئے؟

میں بولا جی بابا سمجھ گیا۔ پھر سوال پیش کیا کہ بابا جی فقیری کیا ہے ؟

فرمایا فقیری جو ہے نا فقیری۔۔۔۔! فقیری بزرگوں کے پاس بیٹھنے کا نام ہے، اُنہی کے ساتھ اُٹھو بیٹھو۔ اُنہی کے ساتھ روکھی سوکھی کھاؤ۔ فقیر ڈھیر کھانے نہیں کھاتے۔ بس زندہ رہنے کے لیے تھوڑا بہت کھاتے ہیں، تاکہ زندہ رہیں اور بیدار رہیں۔ کامل بزرگ ہو تو وہ فقیری بھی سکھا دیتا ہے۔
پھر فرمایا جو اللہ والے ہیں انھوں نے اللہ کو راضی کیا۔۔۔ کس کو۔۔۔ اللہ کو۔۔۔ ساری ساری راتیں اُس (اللہ) واسطے کھڑے رہندے سی، اللہ دے ذکر وچ مگن رہندے سی، رات بیت جاندی پر اُنھاں نوں نیند نہ آوندی سی۔ جدوں اوہ ذکر کردے سی تے رب راضی ہو جانداسی۔ ہن تے بس ناں (نام) دی فقیری رہ گئی، ہن لوک (لوگ) اُٹھ وی نئیں سگدے (یعنی جاگ بھی نہیں سکتے) اور فقیری ناں دھریانے۔۔۔۔۔ بس۔۔۔ توبہ اے!

پھر علامہ اقبال کے شعر کا ایک مصرع پڑھا

"خدا بندے سے خود پُوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے"

اے فقرہ رب اُس وقت کہنداسی جدوں بندہ بڑی اوکھ کٹ لینداا ے (یعنی جب بندہ خدا کے لیے بہت مشکل کاٹتا ہے تب خدا بندے سے اُس کی رضا پوچھتا ہے)۔ ہاں! پہلے اُسے راضی کرو پھر وہ کہتا ہے (آپ نے قرآن حکیم کی آیت پڑھی)

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ (سورہ توبہ 100)

ترجمہ:

"اللہ ان سے راضی ہوااور وہ اس سے راضی ہوئے۔"

آپ نے فرمایا کہ پُتر! نئیں سمجھا؟اللہ کن سے راضی ہوا؟جو اللہ سے راضی ہوئے۔۔۔۔انہی سے راضی ہوا۔۔۔۔! ہن دس جیڑا گل گل تے اللہ دی عطا کردہ چیزاں،رزق، صحت وغیرہ دے نُقص کھڈے اوہ راضی دے مقام تے ہو سگدا اے؟نئیں نئیں اوہ کدی وی راضی دے مقام تے نئیں ہو سگدا۔۔۔ خیر! اللہ اُنھاں نوں ہمت دیوے صبر دیوے تے راضی ہو وے۔

پھر فرمایا ویسے یاد رکھنا فقیری ہر بندے دے وس دی گل نئیں۔اوہ میرا بچہ فقیری بہت اوکھی چیز نے، چنگے چنگے اس (فقیری) راہ دی کھوج وچ نِکلدے سی تے آدھ راہ تو واپس مڑ جاندے نے۔بس تُسی فقیری چھوڑو تے فقیراں نال محبت کرو،اے کَم فقیری توں سو کھا اے۔

میں نے سوال پیش کیا بابا جی آپ آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے؟مشکل تو ہوتی ہو گی؟

سانس لے کر آہ بھری اور فرمایا ہاں۔۔۔۔۔۔۔! ہم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے،ہمیں بینائی کے حصے میں سے کچھ نہیں ملا لیکن ہمیں آنکھیں ملی ہیں بس وہ دیکھتی نہیں ہیں۔ میں یہ سُن کر بولا سبحان اللہ،آپ مسکرائے۔

پھر فرمایا رب نے ہم پر بڑا رحم کیا،مجھے چلنے پھرنے کی توفیق دی الحمد للہ یہی کافی ہے۔یہ کرم کوئی تھوڑا ہے! اگر ہماری آنکھیں ہو تیں تو ہم کیسے کیسے کام کرتے جو اُس کی رضا کے خلاف تھے۔مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا رکھا یہ اُس کی مرضی ہے،میں اُس پر راضی ہوں اور اُس کا شکر کرتا ہوں، شکر کرتا رہوں گا بس

اور کچھ نہیں۔ جس طرح وہ راضی ہے ہم اُس پر راضی ہیں۔ آنکھیں اگر دے دیتا تو معلوم نہیں ہم کیا کیا کرتے رہتے۔ بس اُس کی رضا میں ہماری خوشی شامل ہے۔

پھر فرمایا خدا کے نام پر کھانا لے کر کھاتا ہوں انسان سے نہیں مانگتا۔ اور انسان سے مانگنا بھی نہیں چاہیے، رب کے نام پر جو انسان کی مدد کرتا ہے یہ تو اُسی کے نام کا وسیلہ ہے اُسی کے نام "رزاق" کی برکت ہے کہ رزق پہنچ جاتا ہے۔ میرا کام ہی نہیں کہ میں رزق کا بندوست کروں، یہ تو مالک کا کام ہے کہ میرے لیے رزق کو آسان بنادے۔ روزی دینے والی وہی ذات ہے مگر بھروسا ہونا لازمی ہے، توکل نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ خاموش ہو گئے۔

(مجلس دوم)

میں نے پوچھا باباجی کوئی بھید بتائیں؟

آپ مسکرائے اور فرمایا بھید! بھید کیا ہے؟ بھید بتانے سے بھید رہے گا؟ نہیں کبھی نہیں، یاد رکھنا جو کہتا ہے کہ میں آپ کو بھید بتاتا ہوں وہ کبھی بھید نہیں ہوگا وہ عام یا خاص حکمت کی بات تو ضرور ہو گی، لیکن بھید نہیں ہوگا۔ بھید تو بھید ہے۔ بھید الفاظ کا لباس نہیں پہن سکتا کیوں کہ بھید تو بھید گاہ میں رہتا ہے۔ بھید اللہ والے جانتے ہیں۔ آپ نے قرآن حکیم کی آیت پڑھی

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ (سورہ البقرہ 186)

ترجمہ:

"اور (اے حبیب!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ میں پکارنے والے کی پکار سُنتا ہوں"۔

دیکھا اللہ تو بہت قریب ہے، وہ بہت قریب ہے، تم دُور ہو جاتے ہو۔ نہیں سمجھا؟ اللہ تو فرماتا ہے کہ یہ جو تیری شہ رگ ہیں ناہم تو اس سے بھی زیادہ قریب ہیں، یہ جو تیرا سانس آجا رہا ہے وہ (اللہ) تو اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔۔۔۔ سانس کو تو اپنے قریب سمجھ رہا ہے جب کہ یہ سانس تو تجھ سے بہت دُور ہے اور اللہ بہت قریب ہے۔۔۔۔ بہت قریب ہے۔!

پھر فرمایاموت کو یاد رکھ موت کو یاد۔۔۔۔اگر موت یاد ہے تو براکام نہیں ہوتا۔اگر براکام ہو گیاتو جلدی چھوڑ کر واپس لوٹ آ۔موت کو یاد رکھنا کیا ہے؟اس سے مراد ہے کہ تُو خدا سے دُور نہ جائے، یعنی تُو ایسا کام نہ کر جو تجھے خدا سے دُور کر دے بس یاد رکھ یہی ہے موت کو یاد رکھنا۔جب موت یاد رہتی ہے تو اللہ کی نافرمانی نہیں ہو گی اللہ کا ذکر نہیں بھولے گا، ہر لمحہ اس کے احکام کی پابندی کا خیال ہوتا ہے۔اسے یاد رکھ اور ورد سنبھالے رکھ!

میں نے پھر سول پیش کیا کہ "ورد سنبھالے رکھ" سے مراد کیا ہے؟

فرمایادرود پاک پڑھ اور استغفار پڑھ۔تُو اگر یہ پڑھتا رہاتو تُو نے ورد سنبھال لیا ہے۔ورنہ تُو نے سب کچھ کھو دیا۔درود پاک اور استغفار کو کدی نہ چھڈیں، انہاں دوہاں نوں جمع کر کے اپنڑے کولوں رکھ، ایہوں بھید دادروازہ کھولن لئی کم آسن، ہک چیز تالا اے تے دوجی چیز چابی اے۔جے چابی پاس ہووے تے تالا نہ ہووے فیروی گل نئیں بنے گی، جے تالا پاس ترے ہووے تے چابی نہ ہووے تے فیروی مسئلہ حل نئیں ہونا۔انہاں دوہاں نوں اپنڑے وجود دی چُوک (کونے) نل بندھ لے۔فیر رب تے چھوڑ دے اوہ اللہ ہی بیڑے پار کرسی۔

میں نے پھر سوال پیش کیا کہ باباجی کون سادرود شریف پڑھا جائے؟

آپ نے فرمایاجو درود آتا ہے آپ وہی پڑھو، ویسے تو چھوٹے چھوٹے اور بڑے بڑے درود شریف بہت زیادہ ہیں، درود شریف کتب بھری پڑی ہیں۔درود تاج ہے، درود ابراہیمی ہے یہ سب اچھے درود ہیں بس جو دل میں اُتر جائے وہی درود تیرا ہے وہی پڑھا کر اور اسی کو استقامت سے پلے باندھ لے۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کون سادرود شریف پڑھتے ہیں؟

آپ نے نہایت عاجزی وانکساری سے فرمایا کہ بس۔۔۔۔ ہم کیاپڑھتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم ناکارہ اور بے کار ہیں، ہم اس قابل نہیں کہ درود شریف پڑھیں ہماری مجال ہے کہ ہم پڑھیں ! پھر کچھ دیر سکوت کی اور ایک دم سے بولے
ہم تو بس اللہ اللہ کرتے ہیں، جس وقت نماز ادا کر لیتے ہیں اس کے بعد وہیں بیٹھ کر تھوڑی دیر درود شریف اور سلام پڑھتے ہیں۔
پھر آپ نے درود پڑھا* اور الحمدللہ کہنے لگے۔۔۔۔۔۔

*''اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد''

میں نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت آپ کو کون سادرود شریف پڑھنا نصیب ہے؟

فرمایا کہ میں یہ درود شریف پڑھتا ہوں:

"اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم"

پھر فرمایا کہ درود شریف وہی ہوتا ہے جو رسول اللہ (مبارک) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آل پر بھیجا جائے۔۔۔۔۔۔ بس یہی درود شریف ہے اور اسی کو غنیمت جانو۔

پھر فرمایا کہ معرفت وہی جانتا ہے جو خدا کو جانتا ہے، جسے خدا شناسی مل جائے، جو خدا کا بھید جانتا ہے۔۔۔وہ معرفت رکھتا ہے۔۔۔بس۔۔۔۔یہی معرفت ہے۔۔۔۔۔بھائی ہم تو اس قابل نہیں کہ معرفت حاصل ہو۔۔۔۔۔۔پھر عاجزی وانکساری کے ساتھ فرمانے لگے۔۔۔ہم عام سے بندے ہیں ہم کچھ نہیں جانتے، ہم تو نادان ہیں۔اگر جانتے ہوتے تو خاموش رہتے اور کچھ نہ کہتے۔۔۔۔۔فرمایا منشا بیٹا تُو خود ہم سے زیادہ جانتا ہے، تجھے رب نے علم عطا کیا ہے۔میں نے عرض کیا نہیں بابا جی میں تو کچھ نہیں جانتا، مجھے علم ہوتا تو آپ کے پاس آتا۔

کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا نماز کو قائم کرو، نماز میں کوتاہی نہ کرو، عام نمازیوں کی طرح نہیں جس طرح ہر عام نماز پڑھتا ہے اس طرح بالکل نہیں، جیسے خواص نماز پڑھتے ہیں وہ طریقہ اختیار کرو۔

نماز دل دی حضوری دے نال پڑھی کر، نئیں سمجھا؟ دل دی حضوری جانتا ہے؟

میں نے جواب دیا: نئیں حضور، میں کجھ نئیں جانڑدا،

میں نے پوچھا: دل دی حضوری کی ہوندااے؟

فرمایا: یہی تو بات ہے۔۔۔۔۔دل کی حضوری رب کی رضا کو کہتے ہیں، یار کے گھر کو یار کی خاطر خالی کرنا، دل حضوری کہلاتا ہے۔۔۔۔اُس خالی گھر میں یار آجائے اور اس گھر میں یار کا ٹھکانا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ہمارے دل میں اللہ کی یاد رہے اور اُسی یاد کے ساتھ حیات رہیں۔۔۔۔۔آج کل عالم دل کی حضوری والی نماز بتاتے ہیں لیکن پڑھاتے نہیں، وہ جانتے ہی نہیں کہ پڑھتے کیسے ہیں، انھیں

معلوم بھی نہیں ہے کہ دل کی حضوری کیا ہے۔۔۔۔۔۔یہ بھی نہیں جانتے دل کی حضوری کیوں اہم ہے۔۔۔۔۔۔بس کہتے ہیں نماز پڑھو، نماز کی حقیقت سے دُور ہیں۔ حالاں کہ صوفی کے نزدیک وہ نماز نہیں ہوتی جس میں دل کی حضوری نہ ہو۔ بس ہر وقت اللہ کا خیال رہے، اللہ کا ہی خیال رہے، نماز میں بھی اللہ کا خیال ہونا چاہیے، بس یہی نماز کی زندگی ہے اور یہی حالت نماز کے باہر ہونی چاہیے یہی اصل زندگی ہے۔ دل کی حضوری نصیب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ جب دل میں خیال اللہ کا رہے وہی دل آباد ہے۔ وہی دل، دل کہلاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ نے قرآن حکیم میں تیس سیپارے رکھے ہیں، اگر عربی زبان آتی ہے تو یونہی تلاوت کرو۔ اگر نہیں آتی تو ترجمے کے ساتھ پڑھا کرو۔ ہر لفظ کی تلاوت کرنے سے نیکی ملتی ہے۔ اس قرآن میں بہت سے لوگوں کا ذکر آیا۔ اُن میں پاک لوگ بھی ہیں اور ناپاک لوگو ں کا ذکر بھی ہے لیکن وہ سب الفاظ قرآن کا حصہ ہیں۔ اُن کو پڑھنے سے نیکی ملے گی۔۔۔۔۔۔۔ یاد رہے کہ جو فرعون اور ہامان کا ذکر ہے ان کے کردار کو برا کہا جا سکتا ہے لیکن قرآن حکیم میں موجود ناپاک لوگوں کے ذکر کو جھٹلاتے ہو تو قرآن حکیم کے منکر ہو جاؤ گے۔ قرآن حکیم میں اللہ کا لفظ آیا ہے جیسے اس کی تلاوت کا ثواب ہے ویسے ہی ناپاک لوگوں کے ذکر سے بطور عبرت سبق حاصل کرنا بھی لازم ہے۔ یہ سب اسرار ہیں ان کو سمجھو۔

پھر آپ نے قرآن حکیم کی ایک آیت تلاوت کی:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (سوره المسد 1)

ترجمہ:

"ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا"۔

اب دیکھو بیٹا! قرآن حکیم میں کس کا ذکر آ گیا؟ابو لہب کا ذکر آ گیا۔ کیا بتایا جا رہا ہے کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔اب بتا ابو لہب پاک ہے یا ناپاک ہے ؟میں نے عرض کیا کہ ناپاک ہے۔ جیسے فرعون ہامان اور ابو لہب اب یہ سب ناپاک ہیں لیکن یاد رکھو بیٹا کہ یہ سب ہمارے لیے عبرت کا نشان ہیں ہم اِن آیات کو نہیں جھٹلا سکتے ،اگر ہم نے ان کو جھٹلایا تو ہم منکر قرآن ہو جائیں گے اور ایمان سے خارج ہو جائیں گے اب سمجھ آئی یہ بھی اسرار ہیں۔ ہمیں غصہ آئے گا تو صرف فرعون جیسے ناپاک لوگوں کے کردار کی وجہ سے آئے گا نہ کہ ہمیں اس وجہ سے غصہ آئے کہ یہ قرآن کا حصہ ہیں۔ ہم ان سب کو اس لیے دشمن مانتے ہیں کہ یہ اللہ اور اس کے پاک نبی علیہ السلام کے دشمن ہیں بس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اللہ پاک نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اِن آیات کی تلاوت کریں اس لیے یہ آیات ہمارے لئے نیکی بن گئیں ہیں۔

ہماری نماز میں اللہ نے قرآن حکیم کی سورتوں کو مقرر کر دیا جیسے ایک سورت، سورہ فاتحہ کو لازم کر دیا ہے اسی طرح جب بھی ہم کوئی سورت پڑھتے ہیں تو وہ ہمارے لیے نیکی ہے اور ہماری نماز کا حصہ ہے ۔ اگر ہم ان آیات کو بھی نماز میں تلاوت کرتے ہیں تو ہماری نماز بخوبی ہو گی۔ پھر بتا رہا ہوں کہ ہم سب کو اِن ظالموں کے کردار سے نفرت کرنی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے ایمان کو بچانے اور اپنے عشق کو سلامت رکھنے میں ہماری مدد فرمائے آمین۔

پھر فرمایا کہ اللہ پاک سورۃ الفاتحہ میں کیا فرماتا ہے؟ اس کے بعد آپ نے ایک آیت کی تلاوت فرمائی

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (سورۃ الفاتحہ 5)

ترجمہ

’’ہمیں سیدھا راستہ دکھا/چلا‘‘

دیکھا ہم نے کیا مانگا؟ سیدھا راستہ مانگا، جانتے ہو کہ سیدھا راستہ کیا ہے؟ سیدھا راستہ وہی ہے جس پر ٹیڑھا پن نہ ہو یعنی ایسے لوگوں کا راستہ جو رب کی طرف سیدھا راستہ اختیار کرتے ہیں یعنی مکمل طور پر دین میں داخل ہو جاتے ہیں اور اسی راستے پر چلتے ہیں۔ جو لوگ ڈگمگاتے رہتے ہیں وہ ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں مگر نقصان ان کے لئے ہے جو صالحین کا راستہ بالکل چھوڑ جائیں۔ اللہ ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھے۔ آمین

پھر فرمایا کہ بیٹا دیکھو آگے اللہ تعالی کیا فرماتا ہے؟ آپ نے سورۃ فاتحہ کی ایک اور آیت کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا

صِرَاطَ الَّذِیْنَ (سورہ الفاتحہ 6)

ترجمہ:

"ان لوگوں کا راستہ"۔۔۔۔۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے راستے کا راستہ بتایا۔ یعنی کوئی نیا راستہ نہیں ہے وہی پرانا راستہ ہے جس کو پاک لوگوں نے پہلے اپنایا تھا۔ جس نے بھی آنا ہو گا وہ اسی راستے سے ہو کر ہم تک آئے گا۔ سمجھ گئے یا نہیں؟ کیا فرمایا تھا اللہ نے کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر میں نے انعام کیا۔ سمجھ رہے ہو نا میری بات! ان کے راستے پر آؤ جن پر میں نے انعام کیا۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ اس نے انعام کن لوگوں پر کیا؟ یقیناً اس نے اپنے برگزیدہ اور ایمان لانے والوں، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام، صوفیاء کرام اور صالحین پر کرم و انعام فرمایا۔ جو بھی ان کا راستہ اختیار کرے گا تو وہ کامیابی کا راستہ اختیار کرے گا۔

کچھ دیر خاموشی اختیار کی پھر فرمایا

۔۔۔۔۔۔۔ لیکن اس راستے پر چلتے ہوئے کبھی کسی کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنو۔ اکثر لوگ نیکی کے لیے بھاگتے ہیں مگر راستے میں لوگوں کو تکلیف دیتے ہیں اس سے کیا ہو گا؟ معلوم ہے کیا ہو گا اس بات کا خدشہ رہے گا کہ شاید ہماری نیکی قبول نہ ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا یقین ہے کہ اگر ہم نے کسی کو تکلیف پہنچائی تو ہم نے نیکی بھی ضائع کی اور گناہ بھی کمایا۔ بیٹا! کبھی کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ جیسے میں نے پہلے آپ کو بتایا تھا کہ اگر آپ نے لوگوں کے حقوق ادا کرنے سے بچنا ہے تو اپنا مدارِ وابستگی کم کر دو یعنی تھوڑے لوگوں سے وابستگی رکھو پھر حقوق ادا کرنے میں آسانی ہو گی ورنہ حقوق میں کسی نہ کسی طرح سے کمی بیشی ہوتی رہے گی۔ دعا کرو کہ اللہ ہمیں حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آپ کے ایک فعل سے سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ) کی یاد آئی:

''ایک مرتبہ میں صوفی یار محمد صاحب کے قریب بیٹھا تھا۔ آپ اُٹھنے لگے ہی تھے کہ آپ کے ہاتھ سے لاٹھی چھوٹی اور میرے سر پر آ گری۔ آپ نے محسوس کر لیا کہ آپ کی لاٹھی مجھے لگی۔ آپ نے انتہائی عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے معافی چاہی، میں نے عرض کیا بابا جی نہیں نہیں کوئی بات نہیں، آپ ایسا نہ کہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مجھ ناکارہ کی وجہ سے تم کو تکلیف ہوئی۔

یہ منظر دیکھ کر مجھے بہت دُکھ ہوا کہ باباجی اتنے معزز اور ضعیف ہو کر پھر بھی مجھ سے معافی مانگ رہے ہیں۔ اُسی وقت مجھے اپنے مرشد سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی (م ۲۶۱ھ) کا ایک واقعہ یاد آیا جو اُن کے ساتھ پیش آیا تھا۔ *

---

* ایک دن حضرت بایزید بسطامی جامع مسجد میں گئے اور اپنی لاٹھی زمین میں گاڑ دی۔ یہ لاٹھی ایک بوڑھے کی لاٹھی پر، جو گڑی ہوئی تھی گر پڑی اور اس کو بھی گرا دیا۔ بوڑھے نے جھک کر اپنی لاٹھی اٹھا لی۔ بایزید بسطامی نے اس بوڑھے کے گھر جا کر معافی چاہی اور کہا: آپ کے جھکنے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے اپنی لاٹھی اچھی طرح نہیں گاڑی تھی، اس لیے گر پڑی اور آپ کو جھکنا پڑا"

(رسالہ قشیریہ، صفحہ ۳۲۷، امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن، طبع پنجم ۲۰۱۵ء، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد)

ارشادات:

۱۔روحانی نماز، ظاہری نماز کے ساتھ ہی ادا ہوتی ہے۔

۲۔ہر وہ کام جس سے دوسروں کو جائز فائدہ پہنچتا ہے وہ خالص نیکی ہے۔

۳۔شکر کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اللہ پر مکمل توکل کرے،ڈگمگانے والا منزل سے دور ہے۔

۴۔شکر اور صبر بہت بڑی نعمت ہیں، جسے دونوں مل جائیں،واہ سبحان اللہ! اس کے تو بخت بلند ہیں۔

۵۔نماز اللہ کی قربت کا خاص ذریعہ ہے،اسے عام شخص ہی عام سمجھ سکتا ہے۔

۶۔رب کا ذکر قلب کو بیدار کرتا ہے۔

۷۔ہر وقت خدا کا ذکر کرو، جو اسم پسند ہے اسی کے ساتھ پکارو لیکن استقامت کے ساتھ پکارو۔

۸۔خود کو کامل سمجھنے والا کتنا بڑا بیوقوف ہے۔

۹۔معرفت خود شاسی کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۰۔جب تک میں باقی ہے تُو کی خبر بھی نہیں ہو سکتی۔

۱۱۔مخلوق نل بھلا کر، فقیری دے راستے کھُلن گے۔

۱۲۔درود شریف ڈھیر وڈھیر پڑھا کرو۔

بھید! بھید کیا ہے؟ بھید بتانے سے بھید رہے گا؟ نہیں کبھی نہیں، یاد رکھنا جو کہتا ہے کہ میں آپ کو بھید بتاتا ہوں وہ کبھی بھید نہیں ہو گا وہ عام یا خاص حکمت کی بات تو ضرور ہو گی، لیکن بھید نہیں ہو گا۔ بھید تو بھید ہے۔ بھید الفاظ کا لباس نہیں پہن سکتا کیوں کہ بھید تو بھید گاہ میں رہتا ہے۔ بھید اللہ والے جانتے ہیں۔

(صوفی یار محمد صاحب)